ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

قومی ریاست میں ثقافتی ترویج کے اداروں کا قیام اہداف و تقاضے

GOALS AND REQUIREMENTS FOR ESTABLISHING CULTURAL PROMOTION INSTITUTIONS IN THE NATION-STATE

روبینہ شاہین

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

Abstract:

The fact is that Western civilization, the Western way of thinking and its inductive and analytical style are indebted to Islamic civilization, but this cannot be acceptable to Spengler because he advocates for a permanent gap between different cultures. How can Spengler say that Western culture has been influenced by Islamic culture in its interpretation and formation? By admitting this, his own self-sufficient concept of culture can collapse. Concepts like the savior or the appearance of the Messiah in the Magian culture are contradictory to the concept of finality in Islam. The concept of Khatm-e-Nabvut in Islam has negated all such ideas. In fact, the cultural value and cultural status of the principle of Khatm-e-Nabvut could not be made clear to Spengler. According to Dr. Javed Iqbal Noor, the original Magianism believed in the existence of false gods, although it denied their worship. Islam denies the existence of false gods. Spengler could not understand this, therefore the cultural status of the principle of Khatm-e-Nabvut in Islam could not be made clear to him. If fantasies like the Mahdi or the appearance of the Messiah are present in Islamic civilization, then they are only the result of pagan influences, otherwise they have nothing to do with the true spirit of Islam. Ibn Khaldun, in his dynamic and evolutionary concept of history, has criticized such Islamic beliefs that are against the evolutionary spirit of Islamic civilization. Islamic culture, parallel to its universality, also possesses internal unity. Islamic culture is not only spatially expansive, but also has the capacity to spread in terms of time.

Keywords: Western; Civilization; cultures; evolutionary spirit

ثقافت کا لفظ ''ثقف''صفت کے صیغے سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں: عقلمند و ہوش مند، ماہر و باکمال۔ "ثقاف "اس آلہ کو کہتے ہیں جس کی مدد سے نیزہ کو ستوار کیا جاتا ہے، نیزہ کو درست کرنا، اصلاح کرنا۔

امام راغب ثقافت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ثقافت نام ہے نفس کی اصلاح کرنے کا اس طور پر کہ انسان کمالات اور فضائل کا آئینہ ہو۔ یعنی ثقافت ایک ایسا موروثی علم ہے جس کے مطابق آنے والی نسلیں اپنی زندگیاں گزارتی ہیں۔ (1)

تہذیب کا تعارف

صاحب لسان العرب ابن منظور کے مطابق تہذیب کا لفظ عربی زبان میں ہ،ذ،ب مادہ سے باب تف ب تفعیل کا مصدر ہے،اس کے لغوی معنی ہیں، کانٹ چھانٹ کرنا، اصلاح کرنا، خالص کرنا، سنوارنا اور تیزی، اچھے اخلاق والے کو مہذب بھی کہتے ہیں۔ لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ اس لفظ کے مفہوم میں وسعت پیدا ہو گئی، چنانچہ اب یہ لفظ طرز زندگی اور اندازِ معاشرت کے لیے بھی مستعمل ہے۔

اسلام کا تصور عالمگیریت

اسلام ایک عالمی اور آفاقی دین ہے۔ یہ روئے زمین پر بسنے والے ہر انسان کا دین ہے۔ اسلام نے پوری انسانیت کو اپنا مخاطب بنایا ہے۔ اسلام کی بلند تعلیمات، اعلی وارفع اقدار اور بے مثال عدل وانصاف ہی کا نتیجہ تھا کہ بادشاہ وعوام، عرب و عجم، سفید وسیاہ، سب ہی اس کی آغوش میں سما گئے۔ اور تمام طبقات کا اسلام کی آغوش میں آنا ہی دراصل اس کی عالمگیریت کی دلیل ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی دعوت ہر انسان کے لئے ہے۔ (2)

قرآن میں اللہ نے فرمایا:

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (القرآن)(3)

" اور ہم نے آپ کو کسی اور بات کیلئے بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔"

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (القرآن)(4)

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے واسطہ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ .. فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(القرآن)(5)

"آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ (اللہ) جس کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہے اس (اللہ) کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندگی اور موت دیتا ہے تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی اُمی ہیں جو (خود بھی) اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

قرآن کریم کی درج بالا آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام ایک عالمی مذہب ہے اور اس کی دعوت عالمگیر ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام نے اپنی تہذیب و ثقافت دوسروں پر مسلط نہیں کی۔ اس نے دوسری تہذیبوں کی اچھی باتوں کو قبول کیا ہے اور خود سے نہ ٹکرانے والی عادتوں کو باقی رکھا ہے۔ اس نے قوموں کی خصوصیات کا احترام کیا ہے اور یہ مقامی تہذیبوں، ثقافتوں کی بقاء کا داعی ہے۔

جامعہ بغداد کے شعبہ تربیت کے استاد ڈاکٹر محسن عبدالحمید لکھتے ہیں: "روئے زمین پر مختلف اقوام، قبیلوں اور ملکوں سے تعلق رکھنے والے اور الگ الگ زبانیں بولنے والے لوگ آباد ہیں۔ اسی لئے خطہ ارض کی بھلائی اسی میں ہے کہ لوگ آپس میں مفاہمت کریں اور مل جل کر زندگی بسر کریں۔ ایک قوم اگر دوسری قوم کے رسوم ورواج بہ رضا ور غبت قبول کرے تو اس میں حرج نہیں ہے لیکن کسی قوم کا اپنی عادات واقدار، اپنے رسوم ورواج اور اپنی زبان و تہذیب دوسروں پر تھوپنا، بہر حال ایک اخلاقی جرم ہے۔(6)

اسلامی تہذیب اور ثقافت کے بنیادی تصورات

1. اسلامی تہذیب و ثقافت پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی اساس کامل وحدانیت پر ہے، یہی ایک ایسی تہذیب ہے، جو یہ تصور پیش کرتی ہے کہ کائنات کی ایک ایک شے صرف اور صرف ایک ذات کی خلق کردہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے "کہو اللہ وحدہ لاشریک لہ ذات ہے وہ بے نیاز ہے، آسمانوں او زمین کا مالک وہی ہے، اسی کے لیے عبادت اور پرستش ہے اور اسی سے اپنی حاجات وضروریات بیان کرنا چاہیے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی ذات باری تعالی کی مرکزیت کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "دین اسلام کے پورے نظام کا مرکز اور مدار خدا کی ذات ہے۔ یہ پورا نظام اسی مرکز کے گرد گردش کر رہا ہے۔ اس نظام میں جو کچھ بھی ہے خواہ وہ نیت اور اعتقاد کے قبیل سے ہو یا پرستش اور عبادت کے قبیل سے ہو یا دنیوی زندگی کے معاملات میں سے، بہر نوع اور بہر کیف اس کا رخ اسی مرکزی ہستی کی جانب پھرا ہوا ہے۔(7)

2. اسلامی تہذیب کا دارومدار جس طرح خدا کے دیے ہوئے احکام پر ہے اسی طرح اسلامی تہذیب اور ثقافت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء کرام کے دیے ہوئے سیرت اور اوامر کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ یعنی یہ مسلمانوں کی خصوصیت ہے کہ وہ صرف اپنے ترتیب دیے ہوئے نظام پر نہیں چلتے بلکہ اس کے ساتھ ان لوگوں کی طرز زندگی بھی شامل ہوتی ہے جنہیں اللہ رب العزت نے تمام انسانوں میں چنا ہوا ہے۔

3. اسلامی تہذیب وثقافت کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اہداف اور پیغامات تمام کے تمام آفاقی ہیں ارشاد ربانی ہے "یہی وجہ ہے کہ دیگر تمام ثقافتیں کسی ایک نسل اور قوم کے مردانِ کار پر ناز کرتی ہیں، مگر تہذیب اسلامی میں وہ تمام افراد مایہ افتخار ہیں، جنہوں نے اس کے قصر عظمت کو بلند کیا۔

4. اسلامی تہذیب وثقافت کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اپنے تمام ضابطہ ہائے حیات اور زندگی کی سرگرمیوں میں اولیت کا مقام عطا کیا اور ان قدروں سے کبھی بھی خالی نہ رہی، چنانچہ علم وحکمت، قوانین شرعیہ، جنگ، مصالحت، اقتصادیات اور خاندانی نظام، ہر ایک میں ان کی قانوناً بھی رعایت کی گئی اور عملاً بھی اور اس معاملے میں بھی اسلامی تہذیب کا پلڑا تمام جدید وقدیم تہذیبوں پر بھاری نظر آتا ہے؛ کیونکہ اس میدان میں ہماری تہذیب نے قابل فخر آثار چھوڑے ہیں اور دیگر تمام تہذیبوں سے انسانیت نوازی میں سبقت لے گئی ہے۔ ان ہی اعلی اخلاقی اقدار کی وجہ سے بہت سے لوگ دیگر مذاہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر کفار مکہ کے ساتھ مسلمانوں کے رویہ نے کتنے لوگوں کو اسلام میں جگہ دی۔(8)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.2 2025

5. اسلامی تہذیب و ثقافت کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اصولوں پر مبنی علم کو خوش آمدید کہا اور مبادیات پر مبنی عقائد کو اپنی توجہ کا مرکز قرار دیا اور اسلامی تہذیب تنہا ایسی تہذیب ہے جس میں دین وسیاست کا امتزاج بھی رہا؛ مگر وہ اس امتزاج کی زیاں کاریوں سے یکسر محفوظ رہی، حکمراں، خلیفہ اور امیر المومنین ہوا کرتا تھا؛ لیکن فیصلہ ہمہ دم حق کے موافق ہوتا، شرعی فتاوے وہی لوگ صادر کرتے جو فقہ و فتاویٰ پر اتھارٹی ہوتے اور ہر ایک قانون اور فیصلے کے سامنے برابر ہوتا، کسی کو کسی پر وجہ امتیاز حاصل نہ ہوتی سوائے تقویٰ اور لوگوں کی عام نفع رسانی کے، نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: "(رواہ الشیخان) کہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔"اس مذہب پر ہماری تہذیب کی اساس ہے، جس میں عام طبقہ انسانی پر نہ تو کسی حکمران کو کوئی برتری حاصل ہے، نہ کسی عالم شریعت کو، نہ کسی اعلیٰ نسب والے کو۔(9)

مغربی ثقافت کے شگافوں کو پُر کرنے کی کوشش

اس طرح یورپ میں ہر اوّل انتخاب کو منہ کی کھانی پڑی اور سبھی ادوار میں جب ضوابط کے لئے تشکیل شدہ دیوار ثقافت میں پڑی ہوئی دراڑوں کو پاٹنے میں ناکامی ہوئی تو انھوں نے یونان وروم کے ورثہ کو اپنی عطیات کا ماخذ بنالیا اور نظریات و تصورات میں انہیں ترقی دی۔ ان میں سے کچھ دینی رجحانات تھے۔ اور کچھ انسانی عقل و بصیرت کی پیداوار تھے اور کچھ انسان کی ٹھوس ضرورتوں پر لبیک کہنے کا نتیجہ تھے۔ چنانچہ وہ افکار و فلسفے وجود میں ائے جو انسان، کائنات اور حیات سے بحث کرتے تھے۔ اختلافات و تضادات بھی موجود تھے، تاہم مغربی زندگی ثقافتی وجود کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ فکر و تصور کے مخصوص ڈھانچوں میں ڈھل گئی اور تہذیبی ضوابط تشکیل پا گئے۔ جن کے ذریعہ فکر اسلوب اور طریقوں کو دنیا کی مختلف تہذیبوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اور بڑی سنجیدگی سے ان نقوش میں گم ہوجانے کے ارادے سے دنیا نے مغربی ثقافت کے تصورات اور افکار کو قبول کر لیا اور یہ رائے قائم کر لی کہ اس تہذیب کے ضوابط کی اشاعت واستحکام کا مطلب یہ ہے کہ اسے دوام حاصل ہوگا اور انفرادیت عالم گیر سے بہرہ ور ہوگی۔

یہ مختصر سی تلخیص ہے ان افکار و نظریات کی جنہیں آرنلڈ ٹائن بی، اور ہانز کاہن نے اپنی تحریروں میں پیش کیا ہے۔ یہاں اس اہم فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک ضوابط وہ ہوتے ہیں، جو ان افکار و تصورات کے مجموعہ سے تراشے جاتے ہیں جن میں باہم کشمکش ہوتی ہے اور ان میں وحدت اور ربط نامی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ دوسرے ضوابط وہ ہوتے ہیں جو ذاتی ہوتے ہیں اور خود اصولوں سے جنم لیتے ہیں۔ بلکہ وہ خود عقیدہ ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ثقافت وجود پذیر ہوئی اور اس کے ساتھ ہی اس کے مختلف ضوابط بھی وجود میں آئے نہ وہ ثقافت کے تراشے ہوئے ہیں اور نہ اس سے مستعار یا دوسرے سرچشموں سے مدد کے طلب گار کہ وہ اپنے حدود و ضوابط کے نقوش کی ترمیم کر سکیں۔(10)

اسلام ثقافتی ضوابط کی ذاتیت کا مالک ہے

تمام ادیان و مذاہب اور افکار صورت میں نہ اسلام ہی ضوابط کی ذاتیت ان کی وحدت اور ہم آہنگی کا مالک ہے اس سے اس دین کی عظمت موکدہ ہوتی ہے۔ اور ’’آئیڈیل ثقافت‘‘ کا اطلاق صرف اس پر صادق آتا ہے، کیونکہ ٹائن بی کی تعبیر کے الفاظ میں صرف یہی دین، ’’تخلیقی ناموس الٰہی‘‘ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے قرآن کا یہ دعویٰ قابل تعجب نہیں ہے کہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (القرآن) (11)

" اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ "

اَلْیَوْمَ اَ کْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (القرآن) (12)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

ثقافتی دور

اس دقیق مفہوم کو عام بنانے کے لئے بہت سے مفکرین فلاسفہ اور محققین نے کوششیں کیں۔ افسوس کہ ان میں علامہ ابن خلدونؒ بھی شامل ہیں جن کے سامنے یہ مسئلہ اسی سیاق میں آیا۔ اور اس کی وجہ ناقص استقرار اور غیر متعلق تھی۔ ان لوگوں نے یہ کوشش کی کہ ثقافت کا ایک دور متعین کریں جس سے گزرے بغیر اور اس کے مراحل کو طے کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔ کیونکہ ثقافت جنم لیتی ہے، نشوونما ہوتی ہے، جوان ہوتی ہے پھر اس پر بڑھاپا طاری ہوجاتا ہے اور پھر وہ موت کا شکار ہوجاتی ہے: اس کی مثال ایک انسان کی ہے جس کی ایک متعین عمر ہوتی ہے پھر اس ثقافت کے مرنے سے پہلے یا بعد میں کسی اور جگہ کوئی دوسری ثقافت اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ دائمی دور جیسا کہ نطشے نے کہا ہے ثقافت کی تقدیر ہے۔(13)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اگرچہ ابن خلدون کے لئے یہ جائزہ ہے کہ وہ انسانی عمر کی طرح ثقافت کی بھی ایک عمر متعین کریں مگر یہ مالک بن بنی پر منطبق نہیں ہوتا۔ جس نے موجودہ صدی پائی ہے۔ یہ بات طے ہے کہ وہ ثقافتی دور کو قبول کرتے اور کم از کم اسے اسلامی ثقافت پر چسپاں نہیں کرتے۔

ریاست اور ثقافت کے امور

ثقافت ضوابط کی فہرست میں بنیادی تصورات اور مفہوم کے ضمن میں مملکت کا نام آتا ہے جس کا کام یہ ہے کہ انسان کی نگہداشت کرے اس کی اجتماعیت کی حفاظت کرے اس کی معیشت کو اس کے لئے آسان بنائے اور انسان موجودات و ماحول کے درمیان مسلسل تفاعل کے میدان کو وسیع کرے اس طرح سے کہ بحیثیت اجمالی امن، عدل، خوشی و استحکام کا حصول ہو سکے اور یہ کسی بھی ثقافت کو ناپنے کے لئے بنیادی صفات ہیں جو ثقافت اس معیار پر پوری اترنے سے عاجز ہوا سے سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا ہے اور اس کا آخری انجام اس کی تباہی و بربادی او صفحہ ہستی سے اس کی عدم موجودگی کی شکل میں نکلا ہے۔ اگر اس نے دوسرے عوامل و ضوابط سے محرومی بھی اپنے حصے میں لے لی۔ (14)

ثقافت کے ضابطہ کی طرح مملکت کا بھی اسلام میں ایک خاص مفہوم ہے جو اسے معروف سیاسی ریاست سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اور اس نظریہ ریاست سے بھی ممتاز ہے جس کی بنیاد پر روسو نے اپنا نظریہ معاہدہ عمرانی (social contect theory) ترتیب دیا کہ انسانوں نے آپس میں ایک ایسی مملکت کی تشکیل پر معاہدہ کیا جو ان کے تقاضوں کے مطابق ہو اور قوم یا اس کی اکثریت کی مرضی کے مطابق چلے اور ان کے وجود کے ساتھ ان کا اپنا تمدن قائم ہو۔ پھر ریاست کا یہ مفہوم بدل گیا اور اس میں گروہی ریاست کا مفہوم داخل ہو گیا جہاں ایک مجتمع گروہ حکومت چلاتا ہے یا اس کے قائدین کی مرضی کے مطابق حکومت چلتی ہے۔ پھر ریاست کا مارکسی نظریہ سامنے آیا جو آخر کار مملکت کے خاتمہ ہی کا علمبردار ہے کیونکہ جب لوگ کمیونسٹ ہو جائیں گے اور اپنی مرضی کے مطابق معاملات کا انتظام خود کریں گے تو ریاست کی ضرورت نہ ہو گی۔ کیونکہ نتیجہ کے طور پر ریاست سرمایہ داری کا مظہر ہے جو ہر سطح پر قائم ہوتی ہے اور سرمایہ دارانہ ریاست کے مقاصد کے حصول کے لئے کام کرتی ہے۔ (15)

اسلام کا نظریہ ریاست

اسلامی نظریہ یہ کہتا ہے کہ مملکت یا ریاست اکثریت و اقلیت کے فیصلوں کے تابع نہیں ہوئی اور ریاست زندگی سے متعلق تصورات و مفاہیم کے ضمن میں لازماً موجود ہے یعنی اسلام کی نگاہ میں ریاست انسانی معاہدہ سے وجود میں نہیں آئی بلکہ اس شریعت کے طفیل سے وجود میں آئی ہے جسے لوگوں نے اپنے دین و طریقہ حیات کی حیثیت سے قبول کیا ہے اس لئے ریاست کا وجود انسان یا قوم کا مرہون نہیں ہے بلکہ شریعت کا مرہون منت ہے اس وجہ سے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ شریعت کے سامنے سر جھکائے قوم کے سامنے نہیں اور اس کا فرض ہے کہ بلند ترین ماخذ کے مطابق چلے۔ (16)

دولت یا ریاست کے مفہوم سے یہ بات بھی خلاصہ کے طور پر سامنے آتی ہے کہ انسان اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ معاہدوں سے مربوط ہو جاتا ہے اور ان معاہدوں کی چھ شرائط واجبات بالخص ہیں۔ اس معاہدہ کی ایک شرط اور ذمہ داری یہ ہے کہ انسان خدا پر گہرا ایمان رکھے اس کی ربوبیت و حاکمیت کا معترف ہو ہر حکم کے سامنے سپر انداختہ ہو اور اسی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور یہ معاہدہ جو اللہ نے اس سے کیا ہے اس کا دنیا میں بدل وہ کامل طریقہ زندگی و سکون کے ساتھ مکمل ہے جو راستے کو روشن کر دیتا ہے اور اسے پورے اطمینان و سکون کے ساتھ مکمل سعادت اور بلند ترین ثقافت تک پہنچاتا ہے۔ اس معاہدے کی تنفیذ کے لیے اور اللہ کے اس مکمل بدل کے ایصال کے لئے ریاست ناگزیز ہے کہ وہ باہم رضامندی کے اس تسلسل کو نگاہ میں رکھے اور معاہدہ کے مضمون کی پابندی میں مدد کرے۔

ریاست اللہ کے حکم سے وجود میں آئی ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ریاست کے ذریعہ ہی بدل جو طریقہ حیات ہے عطا کرتا ہے اور اہل ایمان اللہ سے کئے گئے معاہدے کو نافذ کرنے پر اسی وقت قادر ہو سکتے ہیں جبکہ ریاست موجود ہو۔

اس وجہ سے ریاست خدا اور انسانوں کے درمیان واسطہ کا کام دیتی ہے۔ اسی وجہ سے ریاست اللہ کی بھی ہے اور انسانوں کی بھی اور اسی وجہ سے اسلام کی نگاہ میں ریاست ایک بڑی ضرورت اور حتمی شے ہے جس سے فرار کی کوئی راہ نہیں ہے اور جس کے بغیر زندگی درست نہیں ہو سکتی۔ (17)

ثقافت کی ترویج کے امور

ہمارے اس قول سے کہ بدل ریاست ہی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ریاست ہی اس ثقافت کی تشکیل کرتی ہے جو مفاہیم و تصورات کے عمل کا عکس ہے۔ ثقافت کی تشکیل ریاست کا کام نہیں ہے یہ تو ان لوگوں کا کام کی ہے جو تفاعل و ممارست کا عمل کرتے ہیں اور بدل ان کی ثقافتی لائن کو خوب واضح کر دیتا ہے، اور آخری مرحلے میں انہیں، امن، عدل اور خوشحالی میسر آجاتی ہے اور یہی قرآنی مفہوم کے مطابق آسمان و زمین کی برکتیں ہوں نہیں جو راہ حق پر ثابت قدم رہنے والوں کے لئے خاص ہوتی ہیں۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓي اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (القرآن) [18]

"اور اگر (ان) بستیوں کے باشندے ایمان لے آتے اور تقوٰی اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، سو ہم نے انہیں ان اَعمالِ (بد) کے باعث جو وہ انجام دیتے تھے (عذاب کی) گرفت میں لے لیا۔"

پوری وضاحت وقطعیت کے ساتھ ''برکات'' کا لفظ ہر شے کو عام ہے انسان کی اپنی ذات اور اس کا وجود بھی اس میں شامل ہے اس کی پیداوار اور ثقافت بھی اس میں داخل ہے یہ مسلسل وغیر منقطع برکتیں ہیں جن کے دروازے چوپٹ کھلے بنتے ہیں جو بغیر حساب کے عطا کرتی ہیں اور زندگی وارتقا کے اسباب ووسائل کے ذریعہ انسانوں کی مدد کرتی ہیں اور تہذیب کی بڑھتی ہوئی لکیریں انھیں آگے بڑھاتی ہیں۔[19]

ثقافت کی تشکیل میں صحت مند قیادت کا رول

ثقافتی ضوابط کی فہرست میں سب سے اوپر باشعور صحت مند قیادت کا نام آتا ہے یہ قیادت ہی ہے جو بنیادی کام کے ضمن میں ثقافت کو آگے بڑھانے کی ذمہ داریوں کا ادراک کرتی ہے اور نتیجہ خیز ثقافتی عمل کے تسلسل کے تحت صلاحیتوں کی تربیت وتزکیہ میں مدگار ثابت ہوتی ہے۔[20]

یہاں قیادت سے مراد ہر وہ ذمہ دار ہے جس کے ساتھ ریاست اور قوم تفاعل کا عمل کرتی ہے جس کی ابتدا، امام یا سربراہ مملکت سے ہوتی ہے انتہا پولیس کانسٹیبل پر ہوتی ہے اور اس میں تمام دوسری قائدانہ یونٹیں شامل ہیں البتہ قیادت میں سے چنیدہ یاہراول دستہ وہ ہے جس میں مفکرین علماء اور سردار شامل ہیں یہ لوگ قوم کے تمام افراد پر وہ تاثیر رکھتے ہیں جس کی وجہ سے بجاطور پر ثقافتی اعمال کی پیش رفت یا ثقافتی رفتار میں سستی کی اولین ذمہ داری انہیں پر عائد ہوتی ہے۔

اس منتخب گروہ یا قائدانہ جماعت کی موجودگی اور اسے اولین ذمہ داری کے منصب پر فائز کرنا اس نظریہ کے منافی نہیں ہے تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ بلکہ ان دونوں نظریوں میں حیرت انگیز اور شاندار تکامل ہے اور دونوں ایک دوسرے کو بڑی خوبصورتی سے مکمل کرتے یں کہ اسی طرح ثقافتی پیش رفت کی تسلسل اور اس کے عدم توقف کی ضمانت ملتی ہے۔[21]

توقف اور انحطاط کے درمیان

عطاء وبخشش سے یہ توقف انحطاط، انتشار یا زوال وغروب سے مختلف چیز ہے۔ توقف ایک ذاتی عمل ہے جسے ثقافت کسی ضابطہ یا تمام ضوابط کو معطل کر کے اپنے اوپر طاری کر لیتی ہے۔ ثقافت اپنے تصورات میں باقی رہتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات ان تصورات کے جزئی عمل میں ثقافت کی جھلک موجود ہوتی ہے۔ لیکن اس کی ضیا باری، اس کی تخلیق وتحقیق اور اس کی عطا وبخشش رک جاتی ہے اس لئے کہ اسلامی ثقافت پیوند کاری کو تسلیم نہیں کرتی۔ وہ حصہ بخرہ کرنے، شرکت اور مشارکت یا آدھے حل کو ٹھکرا دیتی ہے اور اس کا یہ انکار اس کا وہ اہم اور نمایاں نقش ہے جو پوری گہرائی کے ساتھ اس کے اصل نمونے اور مقابلہ وچیلنج کی صلاحیت رکھنے کا پتہ دیتا ہے۔ رہا انحطاط اور غروب تو اس کا مطلب ثقافت کا وجود سے زائل ہو جاتا ہے اور ایسے ثقافتی ورثہ کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتا ہے جو عام طور سے معمار کے فن کی نمائندگی کرتا اور علمی وفلسفیانہ کتابوں میں محصور رہتا ہے۔ یعنی ثقافت مکمل پژمردگی کا شکار ہو جاتی ہے اور یہ وہ عمل ہے جو مسلمان کو اس ثقافت کے کارناموں سے کاٹ دیتا ہے اور محسوس ومشاہد واقعہ کے ضمن تصورات کے عمل پر تیشہ چلا دیتا ہے۔ چنانچہ جب تفاعل مضمحل ہو جاتا ہے اور اس کے اسباب ودلائل کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو ثقافت توقف نہیں بلکہ ضیاع کے مرحلے میں پہنچ جاتی ہے بلکہ اس ثقافت کا انسان جو بنیادی عنصر ہے اپنے معاشرہ کے ساتھ اپنے تصورات سے الگ ہو چکا ہوتا ہے اور ان سے بغاوت کر دیتا ہے پھر تو ناگزیر ہو جاتا ہے کہ تاریخ اور واقعات زمانہ کے ساتھ یہ تصورات مٹ جائیں اور ان میں تفاعل اور قوت حیات باقی نہ رہے۔[22]

اسلامی ثقافت ناقابل تقسیم ہے

اسلامی ثقافت جو عطا وبخشش سے ''ذاتی توقف'' کے مرحلہ میں ہے زندگی کے بہت سے لوازمات کی اب بھی مالک ہے جو دوسری ثقافتوں کے یہاں موجود ہوتے تو وہ اپنے کو عطاء کے مرحلہ میں سمجھتیں۔ مسلمانوں کی اکثریت آج بھی عام اسلامی تصورات پر ایمان رکھتی ہے اگرچہ یہ ایمان اختلاط وانحراف کا شکار ہو چکا ہے، بیشتر مسلمان اپنی زندگی کے مختلف معاملات میں اسلام پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح اسلام کے بعض عام ادارے بعض مسلمان ملکوں میں قائم بھی ہیں (مثال کے طور پر بعض ممالک میں زندگی کے بعض پہلوؤں میں جیسے پرسنل لاء اور وقف میں علمی اسلامی شریعت کا نفاذ و تحقیقی ادارے اسلامی تحریکات مساجد اور حج کا قیام وغیرہ)

تاہم تقسیم کو ٹھکرا دینے والی اسلامی ثقافت اس بات کو لازم سمجھتی ہے کہ عطاء وبخش کے مرحلہ میں داخل ہونے کے لیے اور توقف کے مرحلہ سے نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام ضوابط پائے جائیں وہ اسلامی معاشرے کے قیام میں آزاد ہو، عام زندگی کو اسلام کے چوکھٹے میں فٹ کر سکے اور تمام اداروں سے اپنے مفاہم وتصورات کی پوری آزادی سے پابندی کرا سکے۔[23]

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ثقافتی انفرادیت اور توازن کے امور

توازن کا یہ عمل توقف کے سنجیدہ و پیچیدہ مسائل میں بہت اہم ہے اور لچکدار اور متحرک شکل میں اس کے تسلسل ہی کے ذریعہ مطلوب توازن اور تفاعل کا حصول ہوتا ہے۔اور تہذیبی انفرادیت کی دو ہی شکلیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ قومی ثقافتی ادارے ہیں جو کامل عطاء کے مرحلے میں تھے پھر توقف کے مرحلے میں پڑے رہ گئے جیسے شرعی عدالتیں،اوقاف مساجد تعلیمی اور فقہی ادارے،حج زکوۃ،حکام الاخلاق،علماء و مفکرین کی تحریکیں یا پھر وہ ادارے ہیں جنہیں اسلامی تصورات اور زمانے کے ارتقاء کی منطق میں وجود میں لانا ممکن ہے جسے منظم اجتماعی تحریک (سیاسی پارٹیاں)، یا عالمی کانفرنسیں اور اعلانیہ یہ ادارے جو متحرک عطاو بخشش کا اسلوب اختیار کرتے ہیں۔اس کے ذریعہ اسلامی ثقافت کے وجود کی محافظت کرتے ہیں اور ایسے عناصر بن گئے ہیں جو ثقافت کو توقف سے عطاء کے مرحلے میں لے جاتے ہیں۔مثال کے طور پر مسجد جو عوامی اجتماعیت کا مرکز ہے جسے پنج وقتہ نمازوں کا امام اپنی نمازمیں اور کم از کم ہفتہ وار خطبہ میں اور دوسری توجیہات وارشادات میں قابو میں کرتا اور اس کی قیادت کرتا ہے۔یہ وہ متحرک ثقافتی ادارہ ہے جسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔

حج۔عظیم قومی کانفرنس جو ایک وقت میں واضح عبادتی اعمال میں متحرک ہے جو انسانوں کو ایک جگہ اور ایک ہی خطا میں جمع کر دیتا ہے یہ وہ بلند تہذیبی صورت ہے جو اسلامی ثقافت کو غذا فراہم کرتا ہے اور اسے دوسری قومی انفرادیت سے نوازتا ہے اور ہر قسم کے انحطاط و زوال سے اس کا تحفظ کرتا ہے۔اور علمی ادارے اسلام کے مختلف پہلوؤں کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسے طبقوں اور گروہوں کی تخریج کا کام کرتے ہیں جن سے وہ صحت مند قیادت نمایاں ہوتی ہے جو مسلمانوں کے مختلف علاقوں میں از سر نو اسلامی زندگی کے آغاز کے لئے مسلم جماعتوں کے قیام و اہتمام اور انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔ (24)

علماء و مفکرین اور پریس سے شائع ہونے والی ہزاروں کتابیں چاہے وہ ورثہ سے متعلق ہوں یا تجدید دین کی کتابیں ہوں،اسلامی اخبارات و رسائل سے قطع نظر یہ تمام چیزیں نمایاں ثقافتی مظاہر ہیں۔

از سر نو اسلامی زندگی کے قیام اور حالیہ اسلامی رفتار کی تصحیح و اصلاح کے مقصد سے مزین منظم اسلامی تحریکیں جو جمع کرنے والی قومی تحریکیں ہیں اور ثقافتی ذمہ داریوں کا شعور رکھتی ہیں۔بجا طور یہ آج کی دنیا میں یا تہذیبی توقف کے مرحلہ میں اہم ثقافتی مظاہر سمجھی جاتی ہیں۔ وہابی تحریک جس کی قیادت محمد بن عبد الوہاب نے اٹھارہویں صدی کے وسط میں کی، پروفیسر گب کے بقول عالم اسلام کے انحطاط کے خلاف گونج دار آواز تھی۔ (25)

اخوان المسلمون اور پاکستان، ایران اور ترکی کی اسلامی جماعتیں پھر یورپ و امریکہ کے مسلم طلبہ کی انجمنیں اور قومی و سرکاری اسلام کانفرنسیں، سب سے نمایاں تہذیبی مظاہر ہیں۔از سر نو اسلامی زندگی کے قیام کے لئے ان کی حیثیت اس زنجیر کی ہے جس کے حلقے آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔شریعت اسلامی کے نفاذ کی کوشش بعض عرب اور مسلم ممالک میں ان کی جزئی تنقید سے قطع نظر اور شریعت کو قانون کا سرچشمہ بنانے اور مملکت کا مذہب اسلام کو بنانے پر جو اصرار پایا جاتا ہے اس سے بھی قطع نظر بلند ثقافتی مظاہر ہیں۔یہ اور ان کے علاوہ دوسرے تمام مظاہر اسلامی ثقافت کے اخراج کردہ ہیں اور یہ ثقافت توقف کے مرحلہ میں بھی ایسی محفوظ دیوار کی تشکیل کر رہی ہے جو اسے بعض غلطیوں سے محفوظ رکھ رہی ہے اور اگرچہ وہ ثقافت توقف کے مرحلہ میں ہے تاہم اس پر جدید تخلیقی ذاتیت کی تحریک کی چھاپ قائم کر رہی ہے۔یہ وہ تحریک ہے جو ثقافت اسلامی اور اس کے ثقافتی متوابط پر حملہ آور تمام مراکز کے خلاف لوہے کا چنا ثابت ہو رہی ہے جس نے ثقافت کو توقف کی سخت و شدید حالت میں تبدیل کر دیا ہے جسے کوئی نرم نہیں کر سکتا۔

اسلامی ثقافت اور عصر حاضر کے چیلنج کے امور

ثقافت سے جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں دیکھ چکے ہیں۔ایک طرف انسان اور اس کے معاشرے کے درمیان اور دوسری طرف ماحول اور ان دونوں پر محیط موجودات کے درمیان تفاعل کا نام ہے اور اسامی ثقافت جیسا کہ ہم اسے بھی پڑھ چکے ہیں۔اسلامی تصورات کے عمل کرنے کا نام ہے جو اس روئے زمین پر خدا کی خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں ثقافت کا یہ وسیع و عریض مفہوم،اور خاص طور سے ثقافت اسلامی کا یہ مفہوم اس امر کا انکشاف کرتا ہے کہ اسلام کی ثقافت زندگی کے تمام گوشوں کو محیط اپنے فکر و تصور کے ضمن میں مقالہ کی مقابلہ کی صلاحیت رکھتی ہے چاہے ثقافت عطاو بخشش کے مرحلے میں ہو یا توقف کے مرحلے میں اور خواہ وہ پھیل رہی ہو یا سمٹ سکڑ رہی ہو اور خواہ یہ گوشے اس کے خاص ثقافتی مجموعہ سے اور اس کے تفاعل کے تسلسل سے متعلق ہوں یا ایک ثقافت کی حیثیت میں ان کا تعلق دوسری تہذیبوں سے ہو ان تمام مقابلوں کے روبرو اسلامی ثقافت پوری تیاری اور ایسے ثابت تصورات کے ساتھ چلتی ہے جو کشمکش کے عمل کو ایسے چیلنج اور مبارزت میں تبدیل کر دیتے ہیں جن کا لہجہ کبھی سخت و درشت ہوتا ہے اور کبھی نرم اور لچکدار۔ (26)

ان للکاروں کی زندگی اور تحریک سے ہی اسلامی ثقافت کشمکش کے سامنے اور بالآخر اس کے احاطہ و گرفت میں ثابت قدم رہتی ہے۔ ثقافت اسلامی کی دوسری خصوصیات کی طرح اس کی یہ للکاریں بھی اس کی اصل ذات سے ابھرتی ہیں اور ان کا مقصد ثقافت اسلامی کے وجود اور استحکام کی تحصیل ہے۔ ثقافت اسلامی کے سیاق میں ہم سات بنیادی للکاروں کا وجود پاتے ہیں:

عصر حاضر میں ثقافت کے مقاصد اور وسائل کے امور

وہ بنیادی نکات جن سے اسلامی ثقافت دوسری ثقافتوں کے مقابلے میں مکمل ہونے سے ممتاز ہو جاتی ہے اور جن کی وجہ سے اہم ثقافتی للکار کے مقام پر آجاتی ہے ان میں سے ایک بنیادی نکتہ مقاصد و وسائل کے دائروں کی نہیں اور فکر و تصور کے مکمل محتاط اور شاندار وضاحت کے ساتھ ان دونوں کے درمیان تمیز و انتخاب ہے کہ مبادا وسائل مقاصد کا درجہ لے لیں اور انسان اپنے بلند ثقافتی مرکز سے نیچے گر جائے یعنی روئے زمین پر خدا کی خلافت سے دستبردار ہو جائے۔

جب اس روئے زمین پر انسانی وجود کا مقصد انسان کے تمام ظواہر وں خلافت کی تحصیل ہے اور اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ اس مقصد کی خاطر وہ زمین کی تمام مسخر طاقتوں کو استعمال کر سکے تو یہ انسان بہت بڑا ظلم کرے گا گر وسیلہ کو جو اس کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے اپنا مقصد بنانے جیسے بُت ہے جس کے ارد گرد وہ گھومتا ہے چاہے یہ بہت پتھر ہے جیسا کہ قدیم زمانے میں ہوتا تھا یا یہ بت مشین ہو جیسے دور جدید میں ہوتا ہے۔ وسیلہ کو مقصد کا مقام دینا درست نہیں ہے ورنہ معاملات خلط ملط ہو جائیں گے اور معیارات معطل ہو جائیں گے۔(27)

اس مفہوم کو ثقافت اسلامی کے فرزندوں کے ذہن میں پوری وضاحت و تاکید سے بٹھانے کے لیے تاکہ یہ معنیٰ ان کے یہاں بدیہی حقائق میں شمار ہو جائے اور بیک نظر ذہنوں میں سما جائے۔ اسلام نے مقاصد اور وسائل کے مفہوم کی تعیین کر دی ہے خدائے ذوالجلال کے اعجاز کے ساتھ انھیں مربوط کر دیا ہے فرماتا ہے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَۙ (القرآن)(28)

"کہو میری نماز میرے تمام مراسم عبودیت جبکہ جینا اور مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔"

مثال کے طور پر صفائی ایک وسیلہ ہے مقصد نہیں، آدمی کے لیے صفائی اور پاکی حاصل کرتا ہے اور نماز رب العالمین کے لیے ہوتی ہے اور جنس کا عمل اگرچہ انسان کی جسمانی ضرورت کی تکمیل کے لیے وجود میں آتا ہے لیکن وہ لذت و تفاعل کے حصول کے باوجود وسیلہ ہے جسے مقصد کا درجہ دینا صحیح نہیں ہے جنس کے وسیلہ کو اس کا مقصد مذہب بناتا ہے اور اس سے زندگی راست پر رہتی ہے اور اس میں جدت برقرار رہتی ہے۔(29)

لیکن مغربی ثقافت کا معاملہ اس کے برعکس ہے وہاں صفائی بذات خود مقصد ہے یہی حال جنس کا بھی ہے ان کے لیے فرد وہ وسیلہ اختیار کرتا ہے جسے وہ اپنے لئے مفید تصور کرتا ہے چنانچہ ان کے یہاں نظافت بہت پیچھے رہ گئی اور جنس حیوانیت میں تبدیل ہو گئی یہاں تک کہ پورے زور اور تاکید کے ساتھ یہ کہنا ہمارے لئے ممکن ہو گیا کہ ثقافت اسلامی کے وسائل ہی ثقافت مغرب کے مقاصد میں اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے کیونکہ اسلام کے نصب العین نے اس کو ایک ایسی مخصوص ثقافت بنا دیا ہے جو بنیادی طور پر دوسری ثقافتوں سے مختلف ہے۔(30)

اس لئے تصورات وافکار، اخلاق و خصائل معیشت و معاشرت، تمدن و عمران، سیاست و حکومت غرض انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی ثقافت کا راستہ دوسری ثقافتوں کے راستے سے الگ ہو جاتا ہے۔ زندگی کے متعلق اسلام کا نظریہ دوسری ثقافتوں کے نظریہ سے الگ ہے۔ زندگی کا مقصد اسلام کے نزدیک اس مقصد سے مختلف ہے جو دوسری ثقافتوں نے متعین کیا ہے۔ لہذا اسلام اپنے نظریہ کے مطابق دنیا اور مافیہا سے جو معاملہ برتتا ہے اور اپنے مقصد کی تحصیل کے لیے دینوی زندگی میں جو طریقہ اختیار کرتا ہے وہ بھی بنیادی طور پر اس معاملہ اور اس طریقہ سے مختلف ہے جو دوسری ثقافتوں نے اختیار کیا ہے۔ ذہن کے بہت سے افکار و تصورات نفس کے بہت سے میلانات ورجحانات اور زندگی بسر کرنے کے بہت سے طریقے ایسے ہیں جن کا اتباع دوسری ثقافتوں کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ بسا اوقات لازمہ ثقافت ہے مگر اسلام ان کو ناجائز، مکروہ اور بعض حالات میں حرام قرار دینے پر مجبور ہے؟

فنونِ لطیفہ

مثال کے طور پر فنون لطیفہ دنیا کی بہت سی تہذیبوں میں جان، ثقافت میں اور ان فنون میں اعلیٰ مہارت رکھنے والوں کو قومی ہیرو کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے مگر اسلام ان میں سے بعض کو حرام بعض کو مکروہ اور بعض کو ایک حد تک جائز قرار دیتا ہے۔ اس کے قانون میں ذوق لطیفہ کی پرورش اور جمال مصنوعی سے لطف اندوزی کی اجازت صرف اس حد تک ہے جہاں انسان اس کے ساتھ ساتھ خدا کو یاد رکھ سکے، اس کی رضامندی کے لیے عمل کرے اور اپنے منصب خلافت کے فرائض بجالا سکے۔(31)

اکثر فن اسلام کی مثالیں بیان کی ہیں اب اس تصور کی مزید وضاحت ہم یوں کر رہے ہیں کہ حلال و حرام اور مقصد و وسیلہ کے دونوں مفہوموں سے اسلامی فن کا ایک امتیازی اسلامی تصور ابھر کر سامنے آتا ہے کیونکہ یہ فن جیسا کہ استاذ برنارڈ لویس کہتا ہے اتنا واضح ہے کہ کسی بھی انسان کے لیے اس کا پہچاننا مشکل نہیں ہے۔ اگرچہ اس کی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فنی و تعمیراتی ثقافت محدود اس پوزیشن میں ہے کہ وہ عمارتوں کی تصویر میں یا ان کے لوازمات کے مجموعہ کو دیکھ کر ان میں سے اسلامی فن کو چھانٹ سکتا ہے، چنانچہ پل، مسجدوں کے منارے، عربی تعمیرات اور نقوش اور اشعار کے دروبست اور کھانا پکانے کا فن یہ سب مختلف میدانوں میں ہونے کے باوجود رسوم، اخلاق اور سلوک کی وحدت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہ اسلامی وحدت ہے جو بنیادی طور پر شرق اوسط میں عربی، فارسی اور ترکی نمونوں پر موسیقی تعمیرات، مناروں اور کنگروں میں تشکیل پائی ہے اور یہ وحدت اسلامی ثقافت یہ وحدتی شاخوں میں بھی دیکھی جاسکتی سنی جاسکتی ہے اور یہ وحدت ہر جگہ موجود ہے. اگرچہ عام آدی کے لیے قوانین حکومتوں اور اداروں جیسے موضوعات میں اور سیاسی واجتماعی افکار اور مواقف میں اس کی تلاش اور تعیین مشکل ہے۔(32)

زیادہ وضاحت سے غارودی کہتا ہے "مسجد سب سے بڑی رمزیاتی مثال ہے اور یہ تمام اسلامی فنون کی جامع ہے اور کہنے والوں نے صحیح کہا ہے کہ تمام اسلامی فنون مسجد کی طرح مارچ کرتے ہیں اور مسجد نماز کی طرف لے جاتی ہے۔

خلاصۃ البحث

حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب، مغربی اندازِ فکر اور اس کا استقرائی اور تجزیاتی انداز اسلامی تہذیب کا مرہون منت ہے لیکن یہ بات اسپنگلر کے لیے قابل قبول نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ مختلف ثقافتوں کے درمیان ایک مستقل خلیج قائم رکھنے کا داعی ہے۔ اسپنگلر یہ کیوں کر کہہ سکتا ہے کہ مغربی ثقافت اپنی تعبیری و تشکیلی پر ثقافت اسلامیہ سے متاثر ہوئی ہو۔ ایسا تسلیم کرنے سے خود اسی کا خود مکتفی تصورِ ثقافت منہدم ہو سکتا ہے۔ مجوسی کلچر میں نجات دہندہ یا ظہورِ مسیح جیسے تصورات اسلام میں تصورِ خاتمیت کے منافی ہیں۔ اسلام کے تصور ختم نبوت نے اس نوع کے تمام خیالات کی نفی کی ہے۔ در حقیقت اسپنگلر پر اصول ختم نبوت کی ثقافتی قدر و قیمت اور تمدنی حیثیت عیاں ہی نہیں ہوسکی، بقول ڈاکٹر جاوید اقبال نور اصل مجوسیت خدایان باطل کے وجود کی قائل تھی، اگرچہ ان کی عبادت سے انکاری تھی۔ اسلام تو خدایان باطل کے وجود ہی کا منکر ہے۔ اسپنگلر یہ ادراک نہ کر سکا اس لیے اسلام کے اصول ختم نبوت کی تمدنی حیثیت اس پر واضح نہ ہو سکی۔ اگر اسلامی تمدن میں مہدی یا ظہور مسیح جیسے تخیلات کارفرما ہیں تو یہ فقط مجوسی اثرات کا نتیجہ ہیں وگرنہ اسلام کی حقیقی روح سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔ ابن خلدون نے اپنے حرکی اور ارتقائی تصورِ تاریخ میں اس نوع کے اسلامی عقائد پر تنقید کی ہے جو تمدن اسلامی کی ارتقائی روح کے خلاف ہیں۔ اسلامی ثقافت اپنی ہمہ گیری کے متوازی اندرونی وحدت سے بھی ہمکنار ہے۔ ثقافت اسلامی نہ صرف مکانی لحاظ سے وسعت و کشادگی کی حامل ہے، بلکہ زمانی اعتبار سے بھی پھیلاؤ کی استعداد رکھتی ہے۔

ولایت ایک اکتسابی عمل ہے اور صاحب تجربہ کے اندرون ذات سے متعلق ہے جبکہ نبوت ایک منصب ہے جو اندرونِ ذات سے خارجی سطح پر صود کرتے ہوئے ایک نئے نظامِ حیات کی تشکیل کا علم بردار ہے۔ سلسلہ نبوت آنحضرت محمد ﷺ پر مکمل ہو کر ختم ہو گیا۔ گویا ثقافتی سطح پر عقیدہ ختم نبوت کی زد سے ہدایت، عقل انسانی کی دسترس میں آگئی ہے۔ علم فطرت اور علم تاریخ کو بروئے کار لاتے ہوئے انسان عقل استقرائی کی مدد سے تسخیر کائنات کرنے کے اہل ہے۔ یونانی فلاسفہ کے اصولِ منطق کے برعکس مسلم ثقافت نے تجربیت اور استقرائی طریقہ کار کو ترجیح دی جس کے ثمرات حالیہ ثقافتوں میں نمایاں ہیں۔ اسلامی ثقافت میں جمود اور سکوت نہیں بلکہ پیہم حرکت و تغیر تہذیب اسلامی کا خاصہ ہے۔

اسلامی کلچر کی وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کی شان نمایاں ہے۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ ثقافت اسلامی نے ہر اس فکر کو اپنے اندر جذب کیا ہے جو اس لائق تھا کہ اسے جذب کر لیا جائے۔

حوالہ جات

(1) مودودی، ابوالاعلی، اسلامی تہذیب اور اس کے مبادی واصول، کراچی، اسلامک پبلشرز لمیٹیڈ، س-ن، ص:۱۰۷

(2) فاروقی، شاہنواز، تہذیب کا تصادم، مطلوبات طلبہ، پبلشرز، ۲۰۱۲ء، ص:۴۰

([3]) النساء،۴:۷۹

([4]) الانبیاء،۲۱:۱۰۷

([5]) الاعراف،۷:۱۵۸

(6) منیر، سراج، ملت اسلامیہ تہذیب و تقدیر، لاہور، مکتبہ روایت، س۔ن، ص:۱۵۵

(7) ندوی، ابوالحسن علی، تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، کراچی، مجلس نشریات اسلام، س۔ن، ص:۲۳

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

(8) راجا،عبدالرحمن،جدید تہذیب اور اسلام کی روشنی،لاہور مکتبہ تعمیرِ انسانیت،س-ن،ص:۹۰

(9) فاروق،عبدالغنی،یہ ہے مغرب کی تہذیب،لاہور،کتاب سرائے پبلشرز،س-ن،ص:۱٦

(10) رحمانی،خالد سیف اللہ،مشترکہ وجداگانہ خاندانی نظام،نئی دہلی،پبلشرز،س-ن،ص:۱٦۰-۱٦۸

(11) آل عمران،۳:۱۹

(12) المائدہ،۵:۳

(13) فاروق،عبدالغنی،یہ ہے مغرب کی تہذیب،ص:۱٦

(14) مودودی،ابوالاعلی،اسلامی تہذیب اور اس کے مبادی واصول،ص:۱۰۷

(15) فاروقی،شاہنواز،تہذیب کا تصادم،ص:۴۰

(16) راجا،عبدالرحمن،جدید تہذیب اور اسلام کی روشنی،ص:۹۰

(17) فاروق،عبدالغنی،یہ ہے مغرب کی تہذیب،ص:۱٦

(18) الاعراف،۷:۹٦

(19) رحمانی،خالد سیف اللہ،مشترکہ وجداگانہ خاندانی نظام،س-ن،ص:۱٦۰-۱٦۸

(20) منیر،سراج،ملت اسلامیہ تہذیب وتقدیر،ص:۱۵۵

(21) ندوی،ابوالحسن علی،تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات،ص:۲۳

(22) فاروقی،شاہنواز،تہذیب کا تصادم،ص:۴۰

(23) مودودی،ابوالاعلی،اسلامی تہذیب اور اس کے مبادی واصول،ص:۱۰۷

(24) راجا،عبدالرحمن،جدید تہذیب اور اسلام کی روشنی،ص:۹۰

(25) فاروق،عبدالغنی،یہ ہے مغرب کی تہذیب،ص:۱٦

(26) فاروقی،شاہنواز،تہذیب کا تصادم،ص:۴۰

(27) ندوی،ابوالحسن علی،تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات،ص:۲۳

(28) الانعام،٦:۱٦۲

(29) منیر،سراج،ملت اسلامیہ تہذیب وتقدیر،ص:۱۵۵

(30) مودودی،اسلامی تہذیب اور اس کے مبادی واصول،ص:۱۰۷

(31) منیر،سراج،ملت اسلامیہ تہذیب وتقدیر،ص:۱۵۵

(32) فاروقی،شاہنواز،تہذیب کا تصادم،ص:۴۰